قسط ۲ — از حضرت مولانا شمس الحق افغانی مدظلہ

عقیدۂ قیامت، معاد اور مجازاتِ اعمال

معادِ جسمانی کی حقیقت دو امر سے مرکب ہے ایک یہ کہ معاد کا اصل واقعہ بلحاظ عقل ممکن ہے محال نہیں کیونکہ محال کا ایک عرفی معنی ہے یعنی کسی امر کا دشوار ہونا جیسے ایک آدمی کو دوسرا آدمی کہے کہ میرے ساتھ لاہور جاؤ۔ وہ کہے کہ مجھے عذر ہے۔ گھر میں بیمار ہے، نہیں جا سکتا۔ پھر بھی وہ اصرار کرتا ہے کہ تم کو میرے ساتھ جانا پڑے گا۔ جس کے جواب میں وہ کہتا ہے کہ یہ ممکن نہیں کہ میں جاؤں یعنی محال ہے۔

معادِ جسمانی کی پہلی دلیل

ظاہراً یہ ناممکن دشوار کے معنی میں ہے نہ یہ کہ لاہور جانا اس کے عقلاً ناممکن ہے۔ کیونکہ اس کے کہنے کے بعد اگر وہ لاہور جانے کا ارادہ کر کے ریل کا ٹکٹ لے لے تو جا سکتا ہے۔ دوسرا معنی ناممکن اور محال کا یہ ہے جس کو فلسفہ میں ناممکن کہا جاتا ہے۔ جیسے دو دو نے پانچ یا نفی اور اثبات کا ایک وقت میں جمع ہونا ایسا محال اور ناممکن، واقعی طور پر موجود نہیں ہو سکتا۔ مثلاً یہ کہ زید ایک خاص کمرے میں موجود بھی ہے اور موجود نہیں بھی ہے۔ قیامت اور معاد اس معنی میں محال نہیں کیونکہ بہ یک وقت نفی اور اثبات کا ایک محل میں جمع ہونا ممکن نہیں۔ اس وقت دنیا قیامت موجود نہیں۔ اور وقت مقررہ میں موجود ہوگی۔ موجود ہونا اور نہ ہونا دونوں کسی وقت بھی مجتمع نہیں تاکہ نفی اور اثبات بہ یک وقت مجتمع ہونے سے محال لازم آئے۔ تمام عقلی اور فلسفی ناممکنات یا محالات کی بنیاد یہی ہے۔ کہ اس میں بہ یک وقت نفی اور اثبات کا اجتماع ہو۔ دو دو نے پانچ بھی اس حقیقت کے پائے جانے کی وجہ سے محال ہے۔ کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں اور چار ایسا عدد ہے جو پانچ نہ ہو۔ اور جب ہم دو دونے پانچ کہتے ہیں تو اس کو پانچ تسلیم کرتے ہیں تو گویا ہم نے ایک ہی عدد کے متعلق نفی اور اثبات کو جمع کر دیا کہ پانچ نہیں اور پانچ ہے جو محال ہے۔ لیکن قیامت جب ممکن ہے اور متواتر خبر صادق نے اس کی تصدیق

کردی ہے تو پھر اس کے صحیح ہونے میں شک نہیں۔ کیونکہ ہر ممکن امر کی جب تواتر کے ساتھ اس کی تصدیق ہو جائے یا قابلِ اعتماد ذرائع سے اس کا ثبوت مل جائے تو پھر اس کے واقع ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا مثلاً گذشتہ زمانے میں یہ خبر جاپان کا ہیروشیما ایٹم بم سے تباہ ہوا ایک ممکن معاملہ تھا۔ جب قابلِ اعتماد اطلاع سے اس کی تصدیق ہوئی۔ تو تمام دنیا نے اس کو درست تسلیم کیا۔ اسی طرح موجودہ دنیا کا نفخۂ اسرافیلی سے برباد ہو جانا جو کہ اربوں درجہ ایٹم سے قوی چیز ہے۔ ممکن امر ہے جب آسمانی کتابوں اور انبیاء علیہم السلام جیسے راست بازوں کی متواتر شہادت اس کی تصدیق کر چکے ہیں۔ تو پھر اس کے واقع ہو جانے میں کیا شبہ کیا جا سکتا ہے

معادِ جسمانی کی دوسری دلیل معادِ جسمانی کی دوسری دلیل کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ معادِ جسمانی کی حقیقت تخریب اور تعمیر ہے۔ یعنی موجودہ نظام دنیا کو درہم برہم کرنا یہ تخریب دنیا ہے۔ اور اس کے بدلے میں جہانِ آخرت کی تعمیر، یہ دونوں کام معادِ جسمانی کی حقیقت ہے۔ اور یہ دونوں کام فعلِ الٰہی ہے فعلِ انسانی نہیں اب اگر کوئی انسان اس کو دشوار سمجھے تو اپنی محدود اور ناقص قوت وقدرت کے پیشِ نظر اس کو دشوار سمجھے گا۔ لیکن خالقِ کائنات کی قدرت کے اعتبار سے اس میں کوئی دشواری نہیں۔ کیونکہ کسی کام کا آسان اور مشکل ہونا فاعل کے اعتبار سے ہے۔ مثلاً بیس من بوجھ اٹھانا چیونٹی کے لئے دشوار ہے۔ لیکن ہاتھی کے لئے آسان ہے۔ لیکن چیونٹی اور ہاتھی دونوں مخلوق ہونے اور حیوان ہونے میں برابر ہیں۔ لیکن خالق اور مخلوق میں تو کوئی برابری نہیں۔ تو اگر انسان مخلوق کے لئے دنیا کی تخریب و تعمیر دشوار ہو تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ خالقِ کائنات کی قدرت کے لحاظ سے بھی دشوار ہو۔ حالانکہ دنیا کی موجودہ عمارت اسی خالقِ کائنات کی بنائی ہوئی ہے۔ اور بگاڑنا بنانے سے آسان ہے تو اگر ہم انسان اور مخلوق ہونے کے باوجود جب کوئی بڑی سے بڑی عمارت بنا دیتے ہیں تو ہم اس کو گرا کر اس کی جگہ دوسری عمارت بنا دینے کی قدرت رکھتے ہیں۔ تو کیا خالقِ کائنات کو یہ قدرت نہیں کہ اپنی بنائی ہوئی عمارت دنیا درہم برہم کر کے اس کی جگہ آخرت کی عمارت کھڑی کر دے۔ یقیناً وہ ایسا کر سکتے ہیں اور یہی معادِ جسمانی اور قیامت ہے جس کی صحت وصداقت عقلاً ثابت ہو گئی۔

ثبوتِ قیامت اور معادِ جسمانی کی تیسری دلیل قیامت میں مجازاتِ اعمال کے لئے انسان کو دوبارہ زندہ کرنا ہے۔ چونکہ خالقِ کائنات نے انسان کو پہلی مرتبہ زندگی عطا فرمائی جو مشاہدہ میں آتی ہے اور اس وقت انسان کا نام ونشان نہ تھا۔

هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا (سورۃ الدہر آیت ۱)

الحم

انسان پر ابتدائی وجود سے قبل ایسا وقت آیا ہے کہ معدوم ہونے کی وجہ سے قابل ذکر بھی نہ تھا۔ اب دوبارہ زندہ کرنا عقلاً زیادہ قرین قیاس ہے۔ اگر ایک معمار پہلی مرتبہ ایک مکان بنا چکا ہو تو دوبارہ ویسا مکان یا اس سے بھی عمدہ مکان بنانا اس کے لئے کوئی دشوار نہیں ہوتا۔ اس کی طرف قرآن نے انسان کو توجہ دلائی ہے۔

كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ ؕ (سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۴)

ہم نے انسان کو پہلی بار بنایا۔ دوبارہ بھی ایسا ہی بنائیں گے۔ یہ ہمارا پختہ وعدہ ہے۔ ہم ضرور ایسا کریں گے۔

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهُ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ (یٰس ۷۸-۷۹)

انسان ہم پر مثال بٹھلاتا ہے کہ بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔ وہ اپنی پیدائش کو بھول گیا۔ کہہ وہ جس نے پہلی بار بنایا وہ دوبارہ زندہ کرے گا۔

بلکہ دوسری آیت میں ہے۔

وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ

بلکہ دوبارہ پیدا کرنا پہلے کی نسبت آسان ہے

اس سے قیامت کا ہونا عقلی رنگ میں ثابت ہوا۔ یہ آسانی بھی قدرت انسان کے انداز پر ہے۔ ورنہ قادر مطلق کے لئے سب صورتیں یکساں آسان ہیں۔

وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ

اس کے لئے اعلیٰ کمال ہے

معاد کی چوتھی دلیل عام قانون ہے کہ اگر دو کام ایک ہی نوعیت کے ہوں تو اگر کوئی فاعل اسی نوعیت کا مشکل کام کر سکتا ہو تو آسان کام ضرور کر سکتا ہو گا۔ مثلاً ایک درزی جب کوٹ اور شیروانی سی سکتا ہے تو چادر سینا جو کوٹ اور شیروانی سے آسان ہے اس کو یقیناً سی سکتا ہو گا۔ کیونکہ دونوں ایک ہی نوعیت کی چیزیں ہیں۔ یعنی خیاطت کی قسم سے ہے۔ اسی طرح ڈیڑھ دو من، انسان کی نسبت آسمان و زمین کی تخلیق جو کروڑوں من کی مخلوق ہے جب خدا نے ان کی تخلیق کی ہے تو انسان جو چھوٹی مخلوق ہے اس کی دوبارہ تخلیق اس کے لئے کیا مشکل ہے۔ کہ دونوں کام ایک نوعیت کے ہیں۔ یعنی از قسم تخلیق جو مخلوق اکبر کی تخلیق کر سکتا ہے تو مخلوق اصغر کی تخلیق کیوں نہیں کر سکے گا۔ قرآن نے

ءَأَنتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ ۚ بَنَاهَا رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوَّاهَا (النازعات ۲۸)

کیا تمہارا بنانا مشکل ہے یا آسمان کا جس کو اللہ نے بنایا اور بہت بلند جگہ پر رکھا اس کو۔

یعنی آسمان عظیم کی تخلیق کی قدرت سے سمجھ لو کہ تم انسانوں کی دوبارہ تخلیق یقیناً خدا کی قدرت میں داخل ہے لہٰذا عقلاً انسان کی دوبارہ زندگی معقول ہے۔

مجازاۃ اعمال اور معاد کی پانچویں دلیل | کل کائنات جو انسان کے علاوہ ہے وہ انسان کی خدمت اور فائدہ رسانی کے لئے بنائی گئی ہے۔ وسخر لکم ما فی السموٰت والارض اے انسان تمہارے کام اور خدمت میں اللہ نے لگا دیا۔ تمام آسمانی اور زمینی کائنات کو اور انسان کو اللہ نے اطاعت اور عبادت خداوندی کے لئے بنایا ہے۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ہم نے جن اور انسان کو خدا کی عبادت کے لئے بنایا ہے۔ اور عبادت کا نتیجہ اس کے ثمرات ہیں۔ اب اگر قیامت یا دوبارہ زندگی اور مجازاۃ اعمال اور جنت و دوزخ کچھ نہیں تو عبادت کا نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ اور جب عبادت بے نتیجہ اور لغو ثابت ہوئی تو انسان کی تخلیق بھی عبث اور لغو ثابت ہوئی۔ اور جب انسان کی تخلیق بھی عبث ہوئی تو پورے کارخانۂ کائنات کی تخلیق کا وجود بھی عبث ہوا۔ تو خالق کائنات کا پورا تخلیقی عمل عبث اور بیکار ثابت ہوا جو اس کی شان حکمت کے خلاف ہے۔ لہٰذا نتائج اعمال انسان کا ظہور بہ شکل قیامت و آخرت ضروری ہے کہ دنیا میں اس کا ظہور نہیں تاکہ خداوند تعالیٰ کا کل کارخانۂ عمل عبث نہ ہونے پائے۔ اور کارخانۂ عالم میں اور انسان کی تخلیق میں جو اس کی حکمت ہے وہ ظہور پذیر ہو۔ جس سے عقلاً قیامت کا ثبوت ضروری ہوا۔

مجازاۃ اعمال اور قیامت کی چھٹی دلیل | قرآن نے ایحسب الانسان ان یترک سدی (کیا انسان گمان کرتا ہے کہ اس کو بے کار چھوڑ دے گا؟) میں اسی مضمون کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اسی طرح افحسبتم انما خلقنکم عبثا و انکم الینا لا ترجعون (المومنون آیۃ ۱۱۴) کیا تم گمان کرتے ہو کہ ہم نے تم کو عبث پیدا کیا ہے اور تم نتائج اعمال پانے کے لئے قیامت میں ہمارے پاس لوٹ کر نہ آؤگے؟ دنیا میں نیک و بد ہر طرح کے انسان موجود ہیں۔ کوئی فیض رساں ہے کوئی ظالم، کوئی اللہ کا تابعدار اور کوئی اللہ سے باغی۔ کوئی عادل، کوئی مفسد۔ کوئی متقی اور کوئی فاجر۔ لہٰذا اللہ کے وصف عدل کے لئے جس پر اقوام عالم کا اتفاق ہے۔ یہ ضروری ہے کہ دونوں کے ساتھ سلوک اور خدا کا طرز عمل یکساں نہ ہو ورنہ اللہ کا عدل ظاہر نہ ہوگا۔ خود انسانی بادشاہ بھی اپنے وفادار اور باغی کے ساتھ برابر سلوک نہیں کرتا۔ وفادار کو انعام دیتا ہے اور باغی کو سزا اور اس کے خلاف کارروائی کو عدل و حکمت کے خلاف سمجھتا ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس دنیوی زندگی میں نیک و بد انسانوں کے ساتھ یکساں سلوک نظر آرہا ہے۔ بلکہ بسا اوقات باغی ظالم اور بد عمل انسان عیش اڑا رہے ہیں اور بہت سے خدا ترس عادل بے ضرر اور نیک افراد تنگی اور سختی میں مبتلا ہیں تو اگر اس زندگی کے بعد آخرت کی کوئی دوسری زندگی نہیں تو خالق کائنات کا نہ عدل ظاہر ہوگا نہ حکمت۔ اس لئے ضروری

ہے کہ اس زندگی کے بعد دوسری اخروی زندگی موجود ہو تاکہ اس میں عادل و باغی نیک اور بد انسانوں کے ساتھ ان کے اعمال کے مطابق سلوک ہو اور اللہ کی حکمت اور عدل نمایاں ہو سکے۔ وہی قیامت اور روز مجازاۃ کا عالم ہے۔ جو عقلاً ضروری ثابت ہوا۔ قرآن نے اسی کی طرف آیت میں توجہ دلائی ہے۔

ام نجعل الذین آمنوا وعملوا الصالحات کالمفسدین فی الارض ام نجعل المتقین کالفجار

کیا اگر آخرت نہیں تو ہم اللہ پر یقین کرنے والوں اور نیکوں کاروں کو مفسدوں کے برابر رکھیں گے اور خدا ترسوں کے ساتھ بدکرداروں کی طرح سلوک کریں گے؟ ہرگز نہیں۔

قیامت اور مجازاۃ کی ساتویں دلیل | یہ ایک قانونی ضابطہ ہے۔ کہ ہر مرکب چیز کے لئے بسائط اور مفردات کا ہونا ضروری ہے۔ مثلاً اگر اصلی مرکب ہو۔ جیسے انسان جو چار عناصر پانی۔ مٹی۔ ہوا اور آگ سے مرکب ہے تو اس مرکب کے لئے خالص مفردات بھی موجود ہیں۔ مثلاً خالص پانی۔ خالص مٹی۔ خالص ہوا اور خالص آگ کہ یہی مفردات بدن انسان کے اندر جو پانی۔ مٹی۔ ہوا اور آگ موجود ہے۔ ان کا خزانہ اور مرکز ہے۔ اسی طرح مصنوعی مرکب مثلاً شربت شکنجبین ایک مرکب ہے جس کے اجزا ہیں پانی۔ سرکہ اور چینی ہے۔ تو تینوں اجزا خالص صورت میں شکنجبین سے باہر موجود ہیں۔ یہ قانون اور ضابطہ اعیان و اعراض، جواہر و اوصاف دونوں پر حاوی ہے مثلاً اگر کسی کپڑے میں ایسا رنگ ہو جو سیاہ اور سرخ رنگ سے مرکب ہو تو اس کپڑے سے باہر اس مرکب رنگ کے خالص مفردات موجود ہیں۔ یعنی خالص سیاہ رنگ اور خالص سرخ رنگ۔ اب ہم اس ضابطہ کے تحت دیکھتے ہیں کہ دنیا کی زندگی غم اور خوشی سے مرکب ہے۔ نہ خالص خوشی موجود ہے نہ خالص غم۔ بڑا خوش حال شخص بھی صرف خوشی سے بہرہ یاب نہیں بلکہ غم بھی اس کو لاحق ہے۔ کیونکہ وہ بوڑھا ہوتا ہے۔ بیمار ہوتا ہے مرتا ہے اس کے اقارب و احباب مرتے ہیں۔ مال اور اقتدار اور عزت میں فرق آتا ہے۔ یہ سب غم ہے اور بڑے سے بڑا مغموم تنگدست آدمی بھی کوئی نہ کوئی خوشی رکھتا ہے۔ ہوا میں سانس لیتا ہے۔ پانی پیتا ہے۔ روٹی کھاتا ہے۔ یہ سب خوشی ہے۔ اب انسانی حیات جو غم و خوشی کا ایک مرکب ہے اس مرکب کے ہر دو جز کے لئے خالص مفرد کا ہونا بھی ضروری ہے۔ کہ وہ اس مرکب کے اجزا کا مخزن ہو۔ یعنی ایک مرکز خالص غم کا ہونا ضروری ہے۔ جس میں خوشی نہ ہو اور ایک مرکز خوشی و مسرت کا ہونا ضروری ہے۔ جس میں غم کا نام و نشان نہ ہو یہ دو مرکز اس دنیا میں ناپید ہیں۔ بنا برآں قیامت اور آخرت کا وجود ضروری ہے جس میں صرف دو مرکز ہوں ایک صرف غم کا یعنی دوزخ اور دوم صرف خوشی کا یعنی جنت تاکہ مخلوط مرکب کے لئے جو دنیاوی زندگی ہے خالص مفردات کا وجود متحقق ہو سکے۔ اس سے قیامت، دوزخ اور جنت کا ثبوت ثابت ہوا۔

قیامت اور مجازاۃ اعمال کی آٹھویں دلیل | انسانی افراد میں کچھ صالح ہیں اور کچھ مفسد اس لئے تمام انسانی افراد ایک ایسا مجموعہ ہے جس میں قیمتی اور اعلیٰ اجزا بھی ہیں۔ اور خسیس اور کم درجے کے اجزا بھی ہیں جس طرح گندم کے پودے میں خوشے کے اندر جو گندم کے دانے ہیں وہ قیمتی ہیں۔ اور باقی گندم کا پودہ انسان کے کھانے کے لائق نہیں بلکہ مویشیوں کی خوراک ہے اس لئے گندم کے پودوں کو کھلیان میں روندنا پڑتا ہے تاکہ اعلیٰ او رادنیٰ اجزا یعنی دانے اور بھوسہ الگ ہو جائے اور ہر ایک کو اس کے مناسب ٹھکانے پر پہنچا دیا۔ چنانچہ روندنے اور رگڑا رگڑے کے بعد ہوا کے ذریعہ بھوسہ اور غلہ کو الگ الگ کر کے بھوسہ مویشیوں کے معدہ میں اور غلہ انسان کے معدہ میں پہنچا دیا جاتا ہے۔ اس طرح قیامت میں ابرار و فجار، اخیار و اشرار کا میدان حشر کے کھلیان میں الگ ہونا ضروری ہے۔ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ (یس آیت ۵۹) اے مجرمو نیک کاروں سے الگ ہو جاؤ۔ إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا (النبا آیت ۱۷) نیک و بد انسانوں کی جدائی اور الگ الگ کرنے کے دن کی تاریخ مقرر ہے تاکہ اخیار اور صالح اجزا کو اس کے مناسب ٹھکانے یعنی جنت میں پہنچا دیا جائے گا کہ یہ اس کا فطری مقام ہے۔ اور اشرار کو ان کے ٹھکانے یعنی دوزخ میں پہنچا یا جائے گا۔ کہ ان کا فطری مقام یہی ہے۔ جس سے نہ صرف ثابت ہوئی بلکہ جنت اور دوزخ کا بھی ثبوت ہوا۔ گویا جنت کو انسانی معدہ اور دوزخ کو حیوانی معدہ کی طرح سمجھو۔ اور ابرار و اشرار کو غلہ اور بھوسے کی طرح سمجھ لو۔

قیامت اور مجازاۃ کی نویں دلیل | انسان کی فطرت میں راحت خالصہ کی تڑپ اور مسرت کا ولولہ فطرۃً موجود ہے۔ اور ہر فرد انسانی کی یہ تمنا اور آرزو ہے کہ اس کو خوشی نصیب ہو۔ اور غم و الم سے محفوظ رہے۔ یہ تمنا تمام افراد اور سب اقوام کو ہے۔ کوئی فرد اور کوئی قوم ایسی نہیں جو اس تمنا اور خواہش سے خالی ہو جس سے معلوم ہوا کہ یہ انسان کی فطری تمنا ہے۔ جو فطرتِ انسانی کے لوازمات میں سے ہے۔ اب اس تمنا کا پورا ہونا ممکن ہوگا یا ناممکن۔ ناممکن تو ہو نہیں سکتا۔ کہ ناممکن امر کی خواہش پر تمام افراد انسانی متفق نہیں ہو سکتے۔ مثلاً انسان کے لئے اس دنیا میں سانس لئے بغیر زندہ رہنا ناممکن ہے۔ تو ایک انسان بھی ایسا دستیاب نہیں ہو سکتا کہ اس کی یہ تمنا ہو کہ وہ سانس کا محتاج نہ رہے۔ اور زندگی گذارے۔ اس لئے راحت خالصہ کی تمنا امر ممکن ہے۔ ورنہ اس کی خواہش پہ تمام انسان کیوں متفق ہوتے۔ اب جب ممکن ہوئی تو اب یہ دیکھنا ہے کہ کیا یہ تمنا اس دنیا کی زندگی میں پوری ہو سکتی ہے ؟ قطعاً پوری نہیں ہو سکتی۔ اب اگر دنیا کے سوا کوئی اور جہاں یا دور زندگی ایسا نہ ہو جس میں یہ تمنا پوری ہو سکے۔ تو یہ خلاف فطرت اور خلاف عقل ہے کہ قدرت کی طرف سے ایک اعلیٰ فطری جذبے کی تکمیل کا کوئی انتظام نہ ہو۔ اور پھر بھی اسی جذبہ کو قدرت نے فطرتِ انسانی میں گاڑ دیا ہو۔ جس کے تمام دیگر فطری جذبات، خوراک۔ پینا۔ سانس لینا۔ نکاح کرنا سب کے لئے قدرت نے انتظام

بنایا گیا ہے۔ اس لئے تسلیم کرنا پڑے گا کہ جذبۂ راحت خالصہ اور غم سے نجات کا انتظام بھی اس نے کیا ہے
اس دنیا میں نہیں کسی اور دور زندگی میں۔ دنیا میں ایسا انتظام ممکن نہیں۔ زمین کا دائرہ تنگ ہے اور
دنیا عالم کون و فساد و تغیرات ہے۔ اس میں ایک بادشاہ کے لئے بھی خالص خوشی اور غم سے نجات
ناممکن ہے۔ بادشاہ بوڑھا ہوتا ہے جو جوانی کی نسبت غم ہے اور ضرر ہے۔ بیمار ہوتا ہے جو صحت
کی نسبت غم اور ضرر ہے۔ دشمن کا خطرہ اور رعیت کی بغاوت کا اندیشہ بھی ہوتا ہے جو غم ہے اور سب سے
بڑھ کر خویش و اقارب اس کے مرتے ہیں۔ جو غم ہیں۔ اور مزید برآں خود بھی اس کو موت پیش آتی ہے جو تمام
غموں سے بڑھ کر ہے۔ یہ سب تغیرات اس دار الفناء کے لئے امور لازمہ ہیں۔ اور اس جہان کی زندگی کے
لئے ضروری اجزا ہیں جو اس سے جدا نہیں ہو سکتے۔ جیسے گرمی آگ سے جدا نہیں ہو سکتی۔ دنیا تنگ ہے
اگر موجودہ لوگ زندہ رہیں اور نئے بھی پیدا ہوں تو زمین میں تل دھرنے کی جگہ نہ رہے گی۔ اور نقل و حرکت اور
دنیا کے لئے زراعت کا نظام معطل ہو جائے گا۔ اس لئے اس جہان کا ختم ہونا اور ایک وسیع جہان کا موجود
ہونا ضروری ہے۔ تاکہ یہ فطری تمنا پوری ہو سکے۔ اس جہانِ فانی کا ختم کرنا اور جہانِ بقا کو موجود کرنے کا نام
قیامت ہے۔ جس میں ابدی اعمال کے بدلے اور جزا میں جنت کی زندگی نصیب ہو کر اس فطری تمنا انسان
کی تکمیل ہوگی۔ کیونکہ جنت میں قرآنی بیان کے مطابق لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ (البقرہ آیت ۳۸)
کسی کو غم ہوگا اور نہ کسی ڈر کا اندیشہ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ۝
(حم سجدہ آیت ۳۱) تم کامل انسانوں کے لئے جنت میں وہ سب کچھ ملے گا جو تمہارا جی چاہے اور جس کو تم
طلب کرو گے۔ وہاں جوانی ہوگی بڑھاپا نہ ہوگا۔ صحت ہوگی مرض نہ ہوگا۔ غنا ہوگا محتاجی نہ ہوگی۔ زندگی ہوگی
موت نہ ہوگی۔ جس سے آخرت قیامت اور جنت کا ثبوت عقلاً ثابت ہوا۔ اور جب جنت مرکز مسرت
و خوش حالی موجود ہوگی تو جنت کی ضد دوزخ بھی خدا اور آخرت فراموشوں کے لئے ہوگی۔ جس میں راحت
و آرام و نشان نہ ہوگا۔ اور مصائب و آلام کا مرکز دائمی ہوگا۔ کیونکہ ضد کے ساتھ دوسری ضد نظام قدرت
و عدالت کے تحت ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو قوم جنت کی قائل ہے وہ دوزخ کو بھی مانتی ہے۔ سردی کے
مقابلے میں گرمی۔ رات کی تاریکی کے مقابلے میں روشنی کا وجود ضروری ہے۔ کہ یہ جنت و دوزخ اعمال دنیا کے
نتائج ہیں۔ دنیا عالم اضداد تھی تو نتائج کا بھی متضاد ہونا لازمی ہے۔ اعمال میں ایمان اور اس کے مقابلے میں
کفر، طاعت کے مقابلے میں گناہ اور معصیت۔ عدل کے مقابلے میں ظلم موجود ہوتا تھا جو باہم متضاد تھے
تو ان کے نتائج میں بھی بشکل دوزخ و جنت، غم و خوشی کا تضاد ضروری ہے۔

قیامت اور مجازاۃ اعمال کی دسویں دلیل | اصلاح بشری تمام اقوام عالم کو محبوب ہے کہ کوئی انسان

نہ خدا کا حق تلف کرے اور نہ انسانوں کا حق تلف کرے۔ تاکہ انسانی زندگی امن و اطمینان اور خوشحالی کے ساتھ گذرے۔ اس لئے مختلف اقوام نے بشری اصلاح کے لئے مختلف انتظامات ہر دور میں کئے ہیں۔ اور مختلف ادارے بنائے ہیں۔ لیکن اصلاح وجود میں نہ آئی۔ اصلاح کے عقلی اسباب تین ہیں

۱۔ تعلیم، قانون حکومت اور عقیدۂ مجازات اعمال۔

۱۔ پہلا سبب، یعنی تعلیم سے انسان نیک و بد سے واقف تو ہوجاتا ہے لیکن تعلیم انسان کو آمادہ عمل نہیں بنا سکتی۔ نیک اور بد جاننا اور چیز ہے۔ نیکی کرنا اور بدی چھوڑنا اور چیز ہے۔ تعلیم سے پہلی چیز حاصل ہوتی ہے دوسری نہیں۔

۲۔ دوسرا سبب قانون بھی اصلاح بشری کے سلسلے میں سو فیصدی کامیاب نہیں کیونکہ جرائم کا ارتکاب روح کرتی ہے اور جب تک روح میں پاکیزگی اور انقلاب پیدا نہ ہو تو جرائم بدستور صادر ہوتے رہیں گے۔ قانون مجرم کو سزا دلانے میں پوری طرح کامیاب نہیں۔

۱۔ ہر جگہ قانون کی حکومت نہیں ہوتی۔ آزاد علاقوں میں نہ قانون ہے نہ حکومت۔

۲۔ اگر کہیں حکومت اور قانون موجود ہو تو بسا اوقات مجرم جرائم کا ارتکاب ایسی جگہ اور ایسے وقت میں کرتا ہے کہ کوئی گواہ اور شاہد موجود نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں وہ قانونی سزا سے بچ جاتا ہے۔ اور اصلاح کا کام نا تمام ہی رہ جاتا ہے۔

۳۔ اگر گواہ موجود ہوں تو ایسے مواقع بھی پیش آجاتے ہیں کہ گواہ سچی گواہی دینے کے لئے آمادہ ہی نہیں ہوتا۔

۴۔ اگر کسی وقت شہادت کے لئے آمادہ بھی ہوجائے تو مدعا علیہ کی طرف سے ترغیب یا ترہیب، یعنی مالی لالچ یا ضرر رسانی کی دھمکی اس کو سچی شہادت سے روک دیتی ہے۔

۵۔ اگر سچی شہادت دینے کی نوبت آبھی جائے تو فریق مخالف کے وکیل گواہوں پر جرح کرکے گواہوں کو مشکوک بناکر شہادت کو بے اثر کردیتے ہیں جس سے مجرم سزا سے بچ جاتا ہے۔

۶۔ اگر بالفرض جرح کے بعد بھی شہادت درست ثابت ہوئی تو فیصلہ جج کے ہاتھ میں ہے۔ وہ غلطی بھی کرسکتا ہے۔ خاص کر جب روح میں تقویٰ نہ ہو۔ اور رشوت و سفارش کے تاثر سے متاثر بھی ہوسکتا ہے۔ جس سے مجرم سزا یابی سے بری ہوسکتا ہے۔

۷۔ اگر بالفرض سزا ہوئی بھی تو ضروری نہیں کہ وہ سزا جرم کی نوعیت کی سنگین اندازہ پر ہو۔

ان سب احتمالات کے ہوتے ہوئے قانون کس طرح جرائم کو روک سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قانون اور سزا کے باوجود جرائم اور قیدیوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

اسی لئے اصلاح بشری کا کام قلب وضمیر سے شروع کرنا ضروری ہے۔ تاکہ جرائم صادر نہ ہونے پائیں۔ اور صدور کی صورت میں اس کو ہر حال میں سزا دی جائے۔

اصلاح کی بنیاد قلب وضمیر میں عقیدہ مجازاۃ اعمال کی پختگی اور یقین قیامت ہے جس سے یہ تصور پیدا ہوتا ہے۔ کہ ہر جرم اور حق تلفی درحقیقت اپنی تباہی آخرت کا سامان کرنا ہے۔ اور چند روزہ فانی فوائد کے بدلے دوامی مصیبت میں مبتلا ہونا ہے۔ جو کسی عقلمند کا کام نہیں۔ یہی عقیدہ مجازاۃ تھا جس نے ڈاکوؤں اور رہزنوں کو فرشتہ خصلت بنایا اور اسی عقیدے کی پختگی سے جن کے دل و دماغ روشن ہوئے۔ وہاں سے جرائم، ظلم اور حق تلفی کا نام و نشان مٹ گیا۔ اصلاح بشری کا یہی واحد مجرب نسخہ ہے جس نے تجربات اور مشاہدات کے ذریعے اپنے اصلاحی اثرات سے دنیا کو روشناس کیا ہے۔ اس لئے اصلاح بشری کے زاویہ نگاہ سے قیامت اور مجازاۃ اعمال کا وجود یقینی ہے۔ ورنہ اس یقین نہ ہونے کی صورت میں انسانیت اغراض اور مفادات اور جلب منفعت اور خواہشات کا مجسمہ بن کر دنیا کو جہنم کدہ بنا دے گی۔ اور بنا چکی ہے۔

قیامت اور مجازات کی گیارھویں دلیل

انسان کائنات کا قیمتی جزء ہے۔ لیکن اس کی عمر اور حیات مختصر ہے۔ آسمان۔ زمین۔ پہاڑ طویل اور دراز مدت سے قائم ہیں۔ لیکن انسان کی زندگی ایک مختصر شعلہ ہے۔ جو موت کے ایک جھونکے سے بجھ جاتا ہے۔ حالاں کہ اگر کسی آدمی کے گھر ایک برتن مٹی کا ہو اور دوسرا سونے کا۔ تو سونے کا برتن دیرپا ہوگا۔ کہ کوئی مالک اپنے سے قیمتی چیز جلد جدا نہیں کرتا۔ جس سے معلوم ہوا کہ انسان کی پوری زندگی یہی مختصر دنیوی زندگی نہیں بلکہ یہ انسان کی اس ابدی زندگی کی تمہید ہے جو اس کو جہانِ آخرت میں بعد از قیامت بطور جزا اعمال کے نصیب ہوگی۔ وان الدار الاخرۃ لہی الحیوان وہی اخروی زندگی انسان کی حقیقی زندگی ہے جس کو زوال نہیں اور جس کی عمر لامحدود ہے۔ تاکہ قیمتی انسان کی درازی عمر دیگر کائنات کی نسبت زیادہ ثابت ہو سکے۔ اور قیمتی اشیا کی درازی عمر کا ضابطہ خسیس اشیاء کے مقابلے میں پورا ہو سکے۔

مجازاۃ و قیامت کی بارھویں دلیل جدید سائنس کے تحت

ڈاکٹر فرائڈ لکھتا ہے:۔
جدید روشنی میں انسان کی شخصیت کا ظہور تین چیزوں سے ہوتا ہے

۱۔ نیت۔ ۲۔ قول۔ ۳۔ فعل۔

نیت انسانی نفس کے تحت شعور میں محفوظ ہے جب وہ کسی خیال کو بھولتا ہے اور پھر نیند میں دیکھتا ہے تو اس کو یاد آجاتا ہے۔ اور قول ہوائی تموجات میں محفوظ ہے۔ جو ریڈیائی نظام کے ذریعہ منتقل ہو سکتا ہے جس کی رفتار فی سیکنڈ ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل ہے۔ تمام اقوال فضا میں محفوظ ہیں۔ لیکن وہ باہم مخلوط ہیں۔ تاہنوز آلہ امتیاز ایجاد نہیں ہوا۔ ممکن ہے کہ آئندہ ایجاد ہو سکے۔ برخلاف ریڈیائی نظام کے کہ وہ طول میں مختلف (باقی ص ۲۷ پر)